حلف الفضول

عصری معنویت

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

سیرتِ نبوی کے ماقبلِ بعثت اہم واقعات میں سے ایک حِلف الفضول ہے۔ اُس دور میں جب مظلومین کے لیے حصولِ انصاف کا کوئی منظّم ادارہ موجود نہیں تھا، بعض قبائل کے سر برآوردہ لوگوں کی کوششوں سے اس معاہدے کی تشکیل عربوں کا ایک قابلِ فخر کارنامہ ہے۔ لیکن اس معاہدے کی صرف تاریخی حیثیت ہی نہیں ہے بلکہ آج کے دور میں بھی اس کی معنویت تلاش کی جاسکتی ہے۔

اہمیت

اسلام سے قبل عربوں میں خاندانی اور قبائلی نظام بہت مستحکم تھا۔ افراد اپنے خاندان اور قبیلے سے شدید وابستگی رکھتے تھے، کوئی کام صحیح ہو یا غلط، کوئی فیصلہ درست ہو یا نادرست، عدل پر مبنی ہو یا ظلم پر، کسی کی حمایت کرنی ہو یا مخالفت، کسی کو مدد پہنچانی ہو یا اس کے خلاف لڑنا ہو، تمام افرادِ قبیلہ اس میں برابر کے شریک رہتے تھے، درید بن الصمۃ نے اس کی ترجمانی یوں کی ہے:

وهل انا الا من غزية ان غوت　　غويت وان ترشد غزية ارشد[1]

(میں تو قبیلۂ غزیہ کا ایک فرد ہوں، اگر وہ غلط راہ پر چلے گا تو میں بھی غلط راہ پر چلوں گا اور اگر وہ صحیح راستے پر ہوگا تو میں بھی اسی راستے کو اختیار کروں گا۔

اسی طرح قبیلے کے کسی بھی ایک فرد کی حق تلفی اور اس پر ظلم و زیادتی پورے

قبیلے کی مخالفت مول لینے کے مترادف تھی۔ قبائلی عصبیت ہی کی بنا پر ان میں باہم آویزشیں اور جنگیں ہوتی رہتی تھیں جن کا سلسلہ سالوں تک دراز رہتا تھا۔ ایسے ماحول میں مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے چند سنجیدہ، بااثر اور صاحبِ حیثیت لوگوں کا قبائلی عصبیت سے اوپر اٹھ کر انسانی اور اخلاقی بنیادوں پر اکٹھا ہونا اور ہر حال میں ظلم کے ازالہ اور مظلوم کے دفاع کا عہد کرنا ایک غیر معمولی واقعہ تھا، اسی بنا پر اس معاہدے کو عربوں کی تاریخ میں سب سے محترم، بابرکت اور افضل معاہدہ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت حکیم بن حزامؓ (م ۵۴ھ) فرماتے ہیں:

وکان اشرف حلف کان قط ۲؎	یہ تاریخ کا سب سے قابلِ احترام معاہدہ تھا۔

محمد بن حبیب بغدادی (م ۲۴۵ھ) نے لکھا ہے:

کان حلفاً لم یسمع الناس بحلف قط کان اکرم منه ولا افضل منه ۳؎	یہ ایسا معاہدہ تھا کہ اس سے زیادہ قابلِ احترام واکرام اور اس سے افضل کسی اور معاہدہ کا لوگوں نے کبھی تذکرہ نہیں سنا۔

سہیلی (م ۵۸۱ھ) اور ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے لکھا ہے:

وکان حلف الفضول اکرم حلف سمع به واشرفه فی العرب ۴؎	حلف الفضول عرب کا سب سے زیادہ قابلِ تکریم اور محترم معاہدہ تھا جس کا تذکرہ سنا گیا ہو۔

جو قبائل اس معاہدہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے ان کے سربرآوردہ لوگ اس کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس میں عدم شرکت کو اپنی محرومی تصور کرتے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ نے جو عہدِ جاہلیت میں مکہ میں سرداروں میں سے تھا اور قبیلۂ بنو عبد شمس سے تعلق رکھتا تھا، ایک مرتبہ حلف الفضول کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

"یہ بہت اچھا معاہدہ تھا۔ اللہ کی قسم اگر میں اپنی قوم سے الگ ہو کر کسی معاہدہ میں شریک ہو سکتا تو حلف الفضول میں ضرور شرکت کرتا۔ ۵؎

زمانہ

مورخین اور اصحابِ سیر نے لکھا ہے کہ حلف الفضول کا زمانہ حرب الفجار چہارم کے بعد کا ہے۔ عرب کے مختلف قبائل کے درمیان عہدِ جاہلیت میں ہونے والی جنگوں میں حرب الفجار بہت مشہور ہے۔ یہ جنگ وقفے وقفے سے سالوں تک جاری رہی تھی۔ اس نام سے ہونے والی چوتھی جنگ جسے حرب البرّاض کا بھی نام دیا گیا ہے، عام الفیل کے بیسویں سال شوال میں ہوئی تھی۔ اس کے اگلے ماہ ذی قعدہ میں یہ معاہدہ وجود میں آیا تھا[۶] ابن حبیب بغدادی کی ایک دوسری روایت کے مطابق یہ معاہدہ بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل طے پایا تھا[۷] اس اعتبار سے اس کا زمانہ ۳۵ عام الفیل قرار پاتا ہے۔

سہیلی اور ابن کثیر حلف الفضول کا زمانہ تو بعثت سے بیس سال قبل ماہ ذی قعدہ ہی قرار دیتے ہیں، لیکن وہ کہتے ہیں کہ حرب الفجار اس سے ایک ماہ قبل شوال میں نہیں بلکہ چار ماہ قبل شعبان میں ہوئی تھی[۸]

سبب

اس معاہدہ کا سبب کیا تھا؟ اس سلسلے میں بعض مورخین مثلاً ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) اور دیار بکری (م ۹۶۶ھ) نے لکھا ہے کہ قبائلِ قریش حرم کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے اس میں ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے[۹] اس سے انھیں روکنے کے لیے یہ معاہدہ وجود میں آیا۔ علامہ شبلی (م ۱۹۱۴ء) نے بھی اس کا عمومی سبب بیان کیا ہے، انھوں نے لکھا ہے:
"لڑائیوں کے متواتر سلسلے نے سیکڑوں گھرانے برباد کر دیے تھے اور قتل و سفاکی موروثی اخلاق بن گئے تھے، یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی"[۱۰] بعض حضرات نے لکھ دیا ہے کہ اس کے بہت سے اسباب تھے[۱۱]

لیکن بیشتر مورخین و اصحابِ سیر نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ یمن کے قبیلے زبید کا ایک تاجر مکہ مکرمہ آیا۔ اس نے قبیلۂ سہم کے ایک شخص عاص

ابن وائل ﷺ کے ہاتھ اپنا کچھ سامان فروخت کیا۔ اس نے سامان تو لے لیا لیکن اس کی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کی۔ جب براہِ راست مطالبوں سے کام نہ چلا اور اسے قیمت ملی نہ اپنا مال واپس ملا تو اس نے بعض قبائل سے مدد چاہی، مگر کسی نے اس کی مدد نہیں کی بلکہ الٹا اسے ڈانٹا پھٹکارا، مایوس ہو کر ایک دن صبح سویرے زُبیدی کوہِ ابو قبیس پر چڑھا اور وہاں سے اس نے ہجو و طنز کے چند اشعار میں اپنی مظلومی کی داستان سنائی۔ اس وقت قبائلِ قریش کے سردار خانۂ کعبہ کے ارد گرد اپنی مجلسوں میں موجود تھے، انھوں نے اپنے دلوں میں اشعار کی چوٹ محسوس کی۔ ان کی مجلسوں میں اس معاملہ کا چرچا ہوا، بالآخر کچھ بااثر اور انصاف پرور لوگوں نے نہ صرف اس زبیدی کا مال واپس دلوایا بلکہ ان کی کوششوں سے "حلف الفضول" کی شکل میں ایک تاریخی معاہدہ بھی تشکیل پایا۔

معاہدہ میں شریک قبائل اور نمایاں افراد

عربوں میں مختلف اسباب سے خانہ جنگی برپا رہتی تھی، اس لیے قبائل ایک دوسرے کے حلیف بن جاتے تھے۔ اور باہم مل کر ایک اتحاد قائم کر لیتے تھے، ایک موقع پر قبائلِ قریش دو گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک "مطیّبین" کہلاتا تھا اور دوسرا "احلاف"۔ مطیّبین میں بنو عبد مناف بن قصی، بنو اسد بن عبد العزیٰ بن قصی، بنو زہرہ بن کلاب، بنو تیم بن مرہ اور بنو الحارث بن فہر شامل تھے، جب کہ احلاف میں بنو عبد الدار بن قصی، بنو سہم بن عمرو، بنو جمح بن عمرو، بنو مخزوم بن یقظہ اور بنو عدی بن کعب تھے۔

مورخین نے اس موقع کا بھی تذکرہ کیا ہے جب یہ دو اتحاد وجود میں آئے تھے۔ قصی کے بیٹوں میں عبد الدار معاشی اعتبار سے کچھ کمزور تھے۔ اس لیے انھوں نے حجابہ، ندوہ، سقایہ، رفادہ اور لواء کے مناصب ان کو دیے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد دوسرے بیٹوں کے خاندانوں کو جن میں بنو عبد مناف پیش پیش تھے، اپنی حق تلفی کا احساس ہوا اور انھوں نے کچھ مناصب بنو عبد الدار سے لے لینے کا ارادہ کیا۔ دوسری جانب بنو عبد الدار ان میں سے ایک منصب بھی

چھوڑنے پر تیار نہ تھے، اس موقع پر جو خاندان بنو عبد مناف کے حامی تھے انھوں نے خوشبو کے ایک برتن میں ہاتھ ڈال کر عہد کیا تھا کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ اس لیے وہ "مطیّبین" کہلائے، دوسرے گروہ نے اونٹ ذبح کرکے اس کے خون میں ہاتھ ڈبو کر اور خون چاٹ کر ساتھ جینے اور ساتھ مرنے کا عہد کیا تھا، اس لیے ان کا نام "احلاف" پڑا۔ بہرحال اس موقع پر ان کے درمیان جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی اور باہم اس بات پر صلح ہو گئی تھی کہ لواء اور حجابہ کے مناصب عبدالدار کے پاس اور سقایہ اور رفادہ کے مناصب بنو عبد مناف کے پاس رہیں گے۔[۱۳]

حلف الفضول میں صرف "مطیّبین" شریک ہوئے تھے۔ "احلاف" اس میں شامل نہ تھے، اس کا سبب یہ تھا کہ زبیدی تاجر کا مال ہڑپ کرنے والا شخص بنو سہم سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے "احلاف" میں شامل قبائل کے سرداروں نے اس اندیشے سے اس کی دادرسی نہیں کی تھی کہ کہیں بنو سہم اپنے آدمی کی حمایت میں ہمارے گروہ ہی سے نہ نکل جائیں جس کی بنا پر ہم مطیّبین کے مقابلے میں کمزور ہو جائیں۔ "احلاف" کی جانب سے اس کمزوری کے مظاہرہ کی وجہ سے معاہدہ طے پاتے وقت انھیں اس میں شریک نہیں کیا گیا تھا۔[۱۴] یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معاملہ بنو سہم کے ایک شخص کا تھا اس لیے احلاف بلائے جانے کے باوجود وہاں نہ گئے ہیں۔

مورخین نے صراحت کی ہے کہ اس معاہدے کے محرک اور داعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب زبیر بن عبدالمطلب تھے، ان کی تحریک پر "مطیّبین" میں شامل قبائل بنو تیم کے سردار عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اکٹھا ہوئے اور وہیں یہ معاہدہ تشکیل پایا۔[۱۵] البتہ مسعودی (م ۳۴۶ھ) کا بیان ہے کہ قبائل قریش پہلے دارالندوہ میں جمع ہوئے جہاں وہ اہم امور میں باہم مشورہ کے لیے اکٹھا ہوا کرتے تھے۔ وہاں انھوں نے معاہدہ طے کیا۔ پھر عبداللہ بن جدعان کے گھر جا کر سب نے اس معاہدہ پر حلف لیا۔[۱۶]

جناب زبیر بن عبدالمطلب بنو ہاشم بن عبد مناف کے سردار تھے، ان کے

والد عبدالمطلب نے انھیں اپنی زندگی ہی میں اپنا وصی اور سربراہِ خاندان مقرر کردیا تھا اور اہم کاموں کی ذمہ داری سونپ دی تھی جن میں دو مناصب سقایا اور رفادہ بھی تھے۔ حرب الفجار میں انھوں نے ہی بنو ہاشم کی قیادت کی تھی اور ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ) اور ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) کا بیان ہے کہ انھوں نے خانۂ کعبہ کی تعمیر میں بھی حصہ لیا تھا۔[۱۷]

عبداللہ بن جدعان قبیلۂ بنو تیم کے سردار تھے۔ عہدِ جاہلیت کے سخی اور فیاض لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ شراب اور جوئے سے اجتناب کرنے لگے تھے، غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے تھے، حضرت صہیب (بن سنان) رومیؓ کو انھوں نے ہی خرید کر آزاد کیا تھا۔ قحط سالی کے زمانے میں وہ بڑے پیمانے پر عام لوگوں کی روزی کا سامان مہیا کرتے تھے۔ انھوں نے اتنی بڑی لگن بنوا رکھی تھی کہ سوار اپنی سواری پر بیٹھے بیٹھے اس میں سے نکال کر کھا سکتا تھا اور آدمی دھوپ سے بچنے کے لیے اس سایہ میں کھڑا ہو سکتا تھا، ایک مرتبہ اس میں ایک بچہ گر کر ڈوب گیا تھا۔[۱۸]

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک موقع پر حضرت عائشہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے عرض کیا:

یا رسول اللہ ابن جدعان	اے اللہ کے رسول۔ ابن جدعان
کان فی الجاھلیۃ یصل	جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے تھے اور
الرحم ویطعم المسکین۔۔۔ الخ[۱۹]	مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔۔۔۔ الخ

محمد بن حبیب بغدادی نے حضرت عائشہؓ کے بعض بیانات نقل کیے ہیں جن سے عبداللہ بن جدعان کی شخصیت پر مزید روشنی پڑتی ہے، ان کے مطابق عبداللہ بن جدعان قریش کے بڑے سرداروں میں سے تھے۔ ہر سخت گھڑی میں وہ لوگوں کے کام آتے تھے، حرب فجار جس کے لیے لوگوں نے ایک سال تک زبردست تیاری کی تھی، اس کے لیے قریش عبداللہ بن جدعان کے گھر سے نکلے تھے، اس جنگ میں عبداللہ بن جدعان نے قیادت کی تھی، فوجیوں کے لیے اسلحہ فراہم کیے تھے اور ان کے درمیان مال تقسیم کیا تھا۔[۲۰]

سہیلی نے عبداللہ بن جدعان کو "ابن عم عائشۃ" (حضرت عائشہ کا چچازاد بھائی) لکھا ہے[۲۱] غالباً انہی کی متابعت میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا مودودی

نے بھی یہی لکھ دیا ہے[22] لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ ابن کثیر نے ان کا پورا سلسلۂ نسب بیان کرتے ہوئے صراحت سے لکھا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کے والد کے چچازاد بھائی تھے (وھو ابن عم والد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)[23]

اس معاہدے کے محرک اور داعی زبیر بن عبدالمطلب تھے لیکن لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر پر اکٹھا ہوئے۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ عبداللہ بن جدعان قبائلِ قریش کے سرداروں میں سب سے بااثر، سب سے مالدار اور سب سے معمر تھے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے:

فاجتمعوا فی دار عبد اللہ بن جدعان لشرفہ وسنہ، فکان حلفھم عندہ[24]	یہ لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اکٹھا ہوئے، اس کے بااثر اور معمر ہونے کی وجہ سے، اور اسی کے پاس ان لوگوں نے حلف لیا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے بھی اسی جانب اشارہ کیا ہے:

"عبداللہ بن جدعان کے مکان میں لوگ ضیافت کی دعوت پر جمع ہوئے، وہ بہت بوڑھا اور بااثر بھی تھا، اور بعض دفینوں کے ملنے سے بہت مالدار بھی تھا اور غالباً اسی کا مکان سب سے کشادہ بھی تھا..... اس لیے ممکن ہے محرک زبیر ہوں اور محض ان کی کم سنی اور کم مالی کی وجہ سے ابن جدعان کی سرپرستی حاصل کی گئی ہو اور اس کے گھر پر جلسہ کیا گیا اور حسبِ عادت ضیافت ہوئی ہو۔"[25]

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت

اس معاہدے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے۔ صحابیٔ رسول حضرت حکیم بن حزامؓ (ام المومنین حضرت خدیجہ کے بھتیجے جو حرب الفجار میں شریک تھے اور انھیں آں حضرتؐ کی بعثت سے قبل بھی آپ کی دوستی کا شرف حاصل تھا) فرماتے ہیں:

"ابن جدعان کے گھر میں جو معاہدہ ہوا تھا اس میں میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا، معاہدہ کی دستاویز زبیر بن عبد المطلب نے لکھی تھی"۔[۲۶]

خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فخریہ انداز میں اس معاہدہ میں اپنی شرکت کا ذکر فرمایا ہے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

شهدت حلف المطيبين	میں نے اپنی نوعمری میں اپنے چچاؤں
مع عمومتي وانا غلام	کے ساتھ حلف المطیبین میں شرکت
فما احب ان لي حمر	کی تھی، اس معاہدے کو توڑنے کے
النعم واني انكثه[۲۷]	لیے اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیے
	جاتے تو میں اس پر تیار نہ ہوتا۔

احمد محمد شاکر (محقق مسند احمد (م ۱۳۷۷ھ)) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔[۲۸] علامہ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں "امام احمد کے علاوہ اس حدیث کو ابویعلی، ابن حبان اور حاکم نے بھی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے"۔[۲۹]

حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں اس روایت کو بیہقی سے نقل کیا ہے، لیکن اس میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا واسطہ نہیں ہے، اسی طرح انھوں نے اس روایت کو حضرت ابوہریرہؓ سے بھی نقل کیا ہے۔[۳۰]

روایتِ بالا میں "حلف المطیبین" کے الفاظ ہیں۔ عموماً مورخین نے اس سے مراد وہ معاہدہ لیا ہے جو قریش کے بعض قبائل کے درمیان بعض مناصب (رفادہ، حجابہ، سقایہ، لوا، وغیرہ) کے سلسلہ میں ہوا تھا اور جس کے موقع پر انھوں نے خوشبو کے برتن میں ہاتھ ڈال کر حلف اٹھایا تھا اور مطیبین کہلائے تھے۔ وہ معاہدہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل کا ہے۔ اس لیے یہاں "حلف المطیبین" سے مراد حلف الفضول ہے۔ اس میں لفظ "المطیبین" یا تو کسی راوی کی جانب سے ادراج (اضافہ) ہے یا چونکہ اس معاہدہ میں بھی صرف وہی قبائل شریک تھے جن پر مطیبین کا اطلاق ہوتا تھا، اس لیے اس کو بھی "حلف المطیبین" کہہ دیا گیا۔[۳۱]

اس معاہدہ کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک عام مورخین و اصحاب سیر کے مطابق بیسؔ سال تھی۔ منمق کی ایک روایت میں اسے بعثت نبوی سے پانچ سال قبل کا واقعہ بتایا گیا ہے[۲۲] اس اعتبار سے اس وقت حضورؐ کی عمر ۳۵ سال قرار پاتی ہے۔

وجہ تسمیہ

اس معاہدہ کا نام حلف الفضول کیوں پڑا؟ مورخین و اصحاب سیر نے اس کے مختلف اسباب بیان کیے ہیں:

(۱) اس طرح کا معاہدہ سب سے پہلے قبیلۂ جرہم و قطورا سے تعلق رکھنے والے مکہ کے اولین آباد کاروں نے کیا تھا۔ مورخین نے ان کی تعداد تین بیان کی ہے لیکن ان کے ناموں میں اختلاف ہے۔

ابن کثیر، ابن قتیبہ، ابن الاثیر صاحب النہایہ: الفضل بن الحارث۔ الفضل بن وداعۃ الفضل بن فضالۃ۔

ابن الاثیر صاحب الکامل: الفضیل بن الحرث الجرہمی، الفضیل بن وداعۃ القطوری المفضل بن فضالۃ الجرہمی۔

ابن کثیر، سہیلی، ابن الجوزی: الفضیل بن قضاعۃ (قزاعۃ) الفضل بن شراعۃ۔ الفضل بن بضاعۃ۔

سہیلی، زبیر: فضیل بن شراعۃ۔ فضل بن وداعۃ۔ فضل بن قضاعۃ

دیار بکری: الفضیل بن قضاعۃ۔ الفضیل بن شراعۃ۔ الفضل بن بضاعۃ

ابن حجر: فضل۔ فضالۃ۔ مفضل۔

بعض مورخین نے کچھ اور نام بھی بیان کیے ہیں۔ بہر حال ان کے نام کچھ بھی ہوں۔ چونکہ ہر ایک کے نام میں "فضل" کا مادہ شامل ہے اس لیے ان کے کیے گئے معاہدہ کو حلف الفضول کا نام دیا گیا تھا۔ جب "مطیّبین" نے بھی اسی طرح کا معاہدہ کیا تو انھوں نے کہا: "حلفٌ کحلف الفضول" یعنی ہم بھی اسی طرح کا معاہدہ کرتے ہیں جس طرح "فضول" نے معاہدہ کیا تھا اس طرح ان کے کیے گئے معاہدے کو بھی

حلف الفضول کہا جانے لگا۔[۳۳]

(۲) انھوں نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ جو فضل کسی صاحبِ حق سے کوئی ظالم چھینے گا، اسے وہ واپس دلاکر رہیں گے۔ اسی وجہ سے ان کا معاہدہ حلف الفضول کہلایا۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے:

سمّی حلف الفضول	اس معاہدہ کا نام حلف الفضول
لا نہم تحالفوا الا یترکوا	اس لیے پڑا کیوں کہ انھوں نے حلف
عند احد فضلا یظلمہ	اٹھایا تھا کہ اگر کوئی شخص ظلم وزیادتی کر
احد الاّ اخذوہ منہ[۳۴]	کے کسی کا فضل چھینے گا تو اس سے
	چھین کر صاحبِ حق کو واپس دلائیں گے۔

ابن کثیر نے حمیدی سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

تحالفوا ان یردّوا	انھوں نے حلف اٹھایا تھا کہ
الفضول علی اھلھا[۳۵]	فضل کو اس کے حق داروں کی طرف
	پلٹائیں گے۔

سہیلی نے اس قول کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ اگرچہ جرہم والی وجہ تسمیہ بھی مناسب ہے لیکن چونکہ یہ وجہ تسمیہ ایک مرفوع حدیث سے معلوم ہوتی ہے اس لیے یہ زیادہ قوی اور قابلِ قبول ہے۔[۳۶]

(۳) ایسے زمانے میں جب کہ لوگ اپنے اپنے قبائل اور خاندانوں کی عصبیتوں میں گرفتار تھے، ان لوگوں نے قبائل سے اوپر اٹھ کر اور ان کے دائرے سے باہر نکل کر یہ معاہدہ کیا، اسی لیے ان کے معاہدے کو حلف الفضول کا نام دیا گیا:

وانما سمی حلف الفضول	اس معاہدے کا نام حلف الفضول
لانہ حلف خرج من حلف	پڑا اس لیے کہ وہ مطیبین اور احلاف
المطیّبین والاحلاف، فکان	دونوں کے معاہدوں سے الگ اور
فضلاً بینھما علیھا[۳۷]	ان سے مختلف نوعیت کا تھا۔

(۴) قریش کے جو قبائل اس معاہدے میں شریک نہیں ہوئے تھے انھوں نے

اس کا مذاق اڑایا، اسے فضول قرار دیا اور کہا کہ ان لوگوں نے اپنے دائرہ اختیار سے باہر جا کر کام کیا، بعد میں ان کا یہی دیا ہوا نام چل پڑا۔

فسمّت قریش ذلك الحلف	قریش نے اس معاہدہ کو حلف
حلف الفضول وقالوا لقد	الفضول کا نام دیا اور کہا کہ ان لوگوں
دخل هولاء في فضل من الامر [۳۸]	نے ضرورت سے زائد ایک کام کیا۔
سمّوه حلف الفضول	انھوں نے اس معاہدہ کا نام حلف
عيبًا له وقالوا هٰذا من	الفضول بطورِ عیب رکھا اور کہا کہ یہ
فضول القوم [۳۹]	ان لوگوں کا ایک بے فائدہ کام ہے۔

(۵) ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ان لوگوں نے اس معاہدہ کے انعقاد کے لیے اپنا مال بھی خرچ کیا تھا۔ اس لیے یہ نام پڑا۔

وقيل لانهم اي هولاء	ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ
الّذين تحالفوا كانوا	حلف اٹھانے والے ان لوگوں
اخرجوا فضول اموالهم	نے مہمانوں کے لیے اپنا مال خرچ
للاضياف [۴۰]	کیا تھا، اس لیے یہ نام پڑا۔

دفعات

اس معاہدے کی دفعات کے بارے میں کتب سیر و تاریخ میں کہیں اجمال ہے تو کہیں تفصیل۔ ابن ہشام اور ابن اثیر (م ۶۳۰ھ) نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

تحالفوا وتعاقدوا	انھوں نے حلف دے کر عہد
ان لا يجدوا بمكة مظلومًا	کیا تھا کہ شہر مکہ میں کسی پر بھی ظلم ہو،
من اهلها او من غيرهم من	خواہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا کہیں باہر
سائر الناس الا قاموا معه	کا ہو تو وہ سب مظلوم کی تائید و
وكانوا على من ظلمه حتى	مدافعت میں اور ظالم کے خلاف
تردّ عليه مظلمته [۴۱]	اٹھ کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ مظلوم
	کو اس کا حق واپس مل جائے۔

کتاب المنمق کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: "شریفٌ او وضیعٌ، منّا او من غیرنا"[۳۲] یعنی مظلوم خواہ شریف ہو یا وضیع (کم تر درجہ کا) ہم میں سے ہو یا کہیں اور کا: ہم ہر حال میں اس کا ساتھ دیں گے۔

کتاب الاغانی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: "غریب ولا قریب، ولا حرّ ولا عبد"[۳۳] یعنی خواہ وہ پردیسی ہو یا مقامی، آزاد ہو یا غلام۔

ابن کثیر نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

تعاقدوا وتعاهدوا	انھوں نے باہم عہد و پیمان کیا کہ
باللہ لیکوننّ یداً	اللہ کی قسم ہم سب ظالم کے خلاف
واحدۃ مع المظلوم	مظلوم کی حمایت میں ایک ہاتھ بن
علی الظالم حتی	کر اٹھیں گے یہاں تک کہ مظلوم کو
یودّی الیہ حقہ ما بلّ	اس کا حق مل جائے۔ ہمارا یہ عہد
بحر صوفۃ وما رسیٰ	اس وقت تک باقی رہے جب تک
ثبیر و حراء مکانھما[۳۴]	سمندر گھونگھوں کو بھگوتا رہے اور
	ثبیر اور حرا نامی پہاڑ اپنی جگہ قائم رہیں۔

معاہدہ کے آخری جزء کا مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی وقتی اور عارضی معاہدہ نہیں ہے بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے[۳۵]

منمق کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہے:

لا ننقض ھذا	ہم اس حلف کی خلاف ورزی
الحلف ما بلّ بحر	نہ کریں گے جب تک سمندر گھونگھے
صوفۃ[۳۶]	کو بھگاتا رہے۔

کتاب الاغانی کی ایک روایت میں ہے کہ اس معاہدہ کی ایک دفعہ یہ بھی تھی۔

وعلی الأمر بالمعروف	ہم اس بات کا بھی عہد کرتے
والنھی عن المنکر[۳۷]	ہیں کہ معروف کا حکم دیں گے اور
	منکر سے روکیں گے۔

ابن سعد (م ۲۳۰ھ) بغدادی، سہیلی اور ابن کثیر نے معاہدہ کی ایک دفعہ یہ

بھی نقل کی ہے:

وعلی التأسّی فی المعاش[۴۸] — اوراس بات پر عہد کرتے ہیں کہ ہم سب باہم مالی اعانت کریں گے۔

اس دفعہ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی موقع پر مالی تعاون کا ضرورت مند ہو تو سب مل کر اس کی مدد کریں گے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس دفعہ کے بارے میں لکھا ہے:

"اس کا آخری فقرہ بھی غور طلب ہے۔ مورخ ساکت سے ہیں کہ اس کا منشا کیا تھا؟ بہرحال یہ تو یقین ہے کہ مدد کو جانے والے جب اپنی جان سے حاضر تھے تو اپنے مال کی کیا پروا کرتے ہوں گے۔"[۴۹]

اثرات

تمام مورخین اور اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ اس معاہدہ کا حلف لینے کے بعد حلف لینے والے عاص بن وائل کے پاس گئے اور اسے دھمکاتے ہوئے کہا کہ جب تک تم اس زبیدی تاجر کا مال اسے واپس نہیں کرو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ بالآخر اسے مال واپس ہی کرتے بنی۔ منمق میں ہے کہ اس کے بعد حال یہ ہو گیا تھا کہ مکہ میں اگر کسی شخص پر ظلم ہوتا تھا تو یہ لوگ اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوتے تھے (فمکثو اکذالک لایظلم احد بمکۃ الا اخذوا لہ)[۵۰] مورخین نے ایسے متعدد واقعات بیان کیے ہیں۔ جب کسی پر ظلم ہوا اور اس نے حلف الفضول کی دہائی دی تو فوراً اس کی حمایت میں لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کا حق واپس دلایا:

(۱) قبیلہ ثمالہ کا ایک شخص جس کا نام لمیس بن سعد البارقی تھا، ازد سے سامانِ تجارت لے کر مکہ آیا۔ ابی بن خلف جمحی نے اس کا سامان خرید لیا لیکن قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا۔ ثمالی نے تقاضا کیا تو الٹا اسے برا بھلا کہا۔ اس نے اپنی رقم حاصل کرنے کے سلسلے میں بعض لوگوں سے مدد چاہی لیکن کوئی اس کی مدد کرنے کو تیار نہ ہوا۔ کسی نے ہمدردی میں اس سے کہا کہ حلف الفضول

والوں کے پاس جاؤ، وہ تمہاری مدد کریں گے۔ وہ ان لوگوں کے پاس گیا تو انھوں نے کہا: "ابیّ کے پاس جاکر کہو کہ حلف الفضول والوں نے بھیجا ہے، پھر بھی اگر وہ تمہارے سامان کی قیمت نہ دے تو ہمارے پاس واپس آؤ"۔ اصحاب حلف الفضول کا نام سن کر ابیّ نے فوراً اس کی قیمت ادا کر دی۔[۵۱]

(۲) قبیلۂ خثعم کا ایک شخص مکہ حج یا عمرہ کرنے کے ارادے سے آیا۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جو بہت خوبصورت تھی۔ نبیہ بن الحجاج سہمی[۵۲] جو قریش کے مشہور شہسواروں میں سے تھا اس سے زبردستی اس کی بیٹی چھین کر اپنے گھر لے گیا۔ باپ نے بنو سہم کے پاس فریاد کی، مگر انھوں نے اس کی کچھ مدد نہ کی، وہ قریش کے دوسرے قبائل کے پاس گیا، مگر انھوں نے بھی اس کی کچھ مدد کرنے سے انکار کیا۔ کسی نے کہا کہ حلف الفضول والوں کے پاس چلے جاؤ۔ اس نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر آواز لگائی: "اے حلف الفضول والو!" فوراً چاروں طرف سے لوگ تلواریں سونتے ہوئے نکل آئے اور کہنے لگے: "کیا بات ہے؟ ہم مدد کے لیے حاضر ہیں"۔ اس نے اپنی بپتا سنائی۔ فوراً وہ لوگ اس کے ساتھ گئے اور بیٹی برآمد کرا دی۔[۵۳]

(۳) حضرت معاویہؓ کے بھتیجے اور مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ اور حضرت حسین بن علیؓ کے درمیان ایک جائیداد کے سلسلے میں جھگڑا ہو گیا، اس موقع سے حضرت حسین نے دھمکی دی کہ اگر انھیں انصاف نہ ملا تو وہ حلف الفضول کی دہائی دیں گے۔ فوراً عبداللہ بن زبیر ہاشمی، مسور بن مخرمہ زہری، اور عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی نے تائید کی اور اس پکار پر لبیک کہنے کا عندیہ ظاہر کیا، یہ دیکھ کر ولید بن عقبہ نے ان کا حق دے دیا۔[۵۴]

خاتمہ

خلافت بنوامیہ کے آغاز تک حلف الفضول کا تذکرہ ملتا ہے، اس کے بعد اس کا سراغ نہیں ملتا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے:

"اس حلف کی خامی یہ تھی کہ نئے لوگ اس میں بھرتی نہیں ہوتے

تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ خلافتِ بنوامیہ کے آغاز پر جب اس کے شرکا میں سے آخری شریک انتقال کر گیا تو یہ ادارہ بھی ستّر اسّی سال کی شاندار روایتیں چھوڑ کر ختم ہو گیا۔" [۵۵]

"اسے مستقل ادارہ بنانے اور وقت بوقت نئے ارکان کو بھرتی کرنے کی جانب توجہ نہیں کی گئی جس کے باعث ایک ہی نسل کے بعد یہ انجمن ختم ہو گئی۔" [۵۶]

یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ حضرت حسین اور ولید بن عتبہ کے درمیان نزاع کے موقع پر جن لوگوں نے حلف الفضول کے نام پر حضرت حسین کا ساتھ دینے کا عندیہ ظاہر کیا تھا وہ بذاتِ خود حلف الفضول میں شریک نہیں تھے، بلکہ محض حلف الفضول میں شریک قبیلوں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے انھوں نے اپنی حمایت ظاہر کی تھی۔

اس کے بجائے ڈاکٹر محمد حمید اللہ ہی کی دوسری بات قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے۔

"یہ ممکن تھا کہ حلف الفضول کا ادارہ ترقی کر کے ایک مستقل نظام کی حیثیت اختیار کر لیتا۔ لیکن جلد ہی اسلام کا زمانہ آگیا جس کے بعد یہ ادارہ غیر ضروری ہو گیا، کیونکہ اسلامی حکومت نے ایک نہایت منظّم مرکزی نظامِ عدالت قائم کر لیا اور خود عہدِ نبوی میں پورا جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی فلسطین اسی مرکزی نظامِ عدالت کے تحت آچکے تھے۔" [۵۷]

عصری معنویت

حافظ ابن کثیر نے حمیدی کے حوالے سے حضرت ابوبکرؓ کے صاحب زادوں محمد اور عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لقد شهدت في دار	میں عبداللہ بن جدعان کے گھر
عبد الله بن جدعان	میں ایک ایسے معاہدے میں شریک ہوا

حلفًا لو دُعیت بہ فی	ہوں کہ اگر مجھے اس کا نام لے کر بلایا جائے
الاسلام لأجبت [۵۸]	تو میں اس پر لبیک کہوں گا۔

ابن ہشام، ابن سعد، بغدادی، ابن اثیر صاحب الکامل، ابن حجر اور دیار بکری وغیرہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے[۵۹] سہیلی اور حلبی نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے:

یرید لو قال قائل من	آپؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے
المظلومین یا لحلف الفضول	کہ اگر کوئی مظلوم حلف الفضول کی دہائی
لأجبت [۶۰]	دے تو میں اس کی مدد کو ضرور پہنچوں گا۔

یہی مفہوم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ترجمے سے بھی نکلتا ہے :

" اگر اب زمانۂ اسلام میں بھی مجھے کوئی اس کی دہائی دے کر پکارے تو اس کی مدد کو دوڑوں"۔ [۶۱]

جبکہ علامہ شبلی نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے :

" آج بھی ایسے معاہدے کے لیے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں"۔[۶۲]

مولانا مودودی (م ۱۹۷۹ء) کا ترجمہ بھی اسی سے ملتا جلتا ہے :

" اگر آج دورِ اسلام میں بھی ایسے کسی معاہدے کی طرف دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا"۔[۶۳]

یہاں ایک سوال یہ ذہن میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف الفضول کے بارے میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، اس کے سلسلے میں کلماتِ تحسین ادا فرمائے اور اس میں اپنی شرکت پر فخر جتایا، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ" اگر آج زمانۂ اسلام میں بھی کوئی ایسے معاہدے میں شرکت کے لیے دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کروں گا" تو آپ نے خود سبقت کر کے ایسے کسی معاہدے کو تشکیل دینے اور دوسروں کو اس میں شریک کرنے کی کوشش کیوں نہیں فرمائی ؟

اس کا سبب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام نے ایک طرف مختلف عصبیتوں کو ختم کیا ہے اور تمام انسانوں کو مختلف وابستگیوں سے اوپر اٹھ کر اسلام کے نام پر یکجا ہونے کی تعلیم دی ہے۔ دوسری طرف تمام انسانوں کو بنیادی حقوق سے بہرہ ور

کیا ہے اور کسی بھی حق کے تلف ہونے کی صورت میں دادرسی اور حصولِ انصاف کا حق دیا ہے۔ اس معاملہ میں اس کی نظر میں امیر و غریب، آقا و خادم، حاکم و رعیت اور اعلیٰ و ادنیٰ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اس کی صرف نظری تعلیم نہیں ہے بلکہ دنیا نے عملاً اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ حق تلفی کی صورت میں اسلامی ریاست کے عام شہری نے حکمرانِ وقت کے خلاف عدالت میں اپنا مقدمہ دائر کیا ہے اور انصاف پایا ہے۔ حلف الفضول جیسا معاہدہ جن بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کرتا تھا ان سے کہیں زیادہ وسیع پیمانے پر اسلام انسانوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت دیتا ہے اور ان کے تحفظ کے لیے اسلامی ریاست کو پابند کرتا ہے۔ اس لیے اسلام کے نفاذ اور اسلامی ریاست کے قیام و استحکام کے بعد اس معاہدے کے احیاء یا اس جیسے کسی دوسرے معاہدے کی تشکیل کی ضرورت نہ تھی، لیکن چونکہ حلف الفضول ایک اچھے کام کے لیے وجود میں آیا تھا، ایسا کام جس کا اسلام بھی داعی ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید و توثیق فرمائی اور اس میں شامل رہنے اور اسے نافذ کرنے کا اظہار فرمایا۔

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاحلف فی الاسلام	اسلام میں کوئی معاہدہ نہیں، رہا
وایما حلف کان فی الجاھلیۃ	جاہلیت میں کیا گیا معاہدہ تو اسلام
لم یزدہ الاسلام الا شدۃ [۶۴]	اسے تقویت ہی دیتا ہے۔

یہی حدیث مسند احمد میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے۔[۶۵]

مسند احمد میں اسی سند سے ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

واوفوا بحلف الجاھلیۃ	جاہلیت میں کیے گئے معاہدہ
فان الاسلام لم یزدہ	کو پورا کرو اس لیے کہ اسلام اسے
الا شدۃ، ولا تحدثوا	تقویت دیتا ہے، البتہ اسلام میں
حلفا فی الاسلام [۶۶]	ایسا کوئی معاہدہ نہ کرو۔

مذکورہ بالا حدیث میں کوئی معاہدہ کرنے کی مطلق ممانعت نہیں ہے بلکہ اس طرح کا معاہدہ کرنے سے روکا گیا ہے جیسا عہدِ جاہلیت میں مختلف

قبائل جنگ وجدال، غارت گری اور ظلم وزیادتی کے کاموں میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ دینے کے لیے کیا کرتے تھے، رہے عہد جاہلیت کے ایسے معاہدے جو اچھے کاموں کی انجام دہی کے لیے کیے گئے ہوں تو اسلام نہ صرف ان کی توثیق کرتا ہے بلکہ ایسے معاہدے آئندہ بھی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔[۶۷] حضرت انس بن مالکؓ کی درج ذیل وضاحت سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔

حضرت عاصم الاحول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کے سامنے عرض کیا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا ہے "لاحلف فی الاسلام" (اسلام میں کوئی معاہدہ نہیں ہے) انھوں نے فرمایا: خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں قریش (یعنی مہاجرین) اور انصار کے درمیان (اخوت و بھائی چارے کا) معاہدہ کرایا تھا۔[۶۸]

ایسے معاشروں میں جہاں اسلام کو قوتِ نافذہ حاصل اور اس کا نظامِ عدل پوری طرح قائم ہو، حلف الفضول جیسے معاہدے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ اسلام ازخود وہ تحفظات فراہم کرتا اور حکمرانوں کو ظالموں کی سرکوبی کرنے اور مظلوموں کی دادرسی کرنے کا پابند کرتا ہے۔ لیکن جن معاشروں میں اسلام غالب و نافذ نہیں ہے، وہاں ظلم وزیادتی کی صورت میں حصولِ انصاف کو یقینی بنانے کے لیے ایسے معاہدوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

کہا جاسکتا ہے کہ ایسے ملکوں میں جہاں کا عدالتی نظام مضبوط بنیادوں پر قائم ہو اور جہاں ظلم وزیادتی کی صورت میں عدالتی چارہ جوئی کے ذریعہ انصاف حاصل کیا جاسکتا ہو، حلف الفضول جیسے معاہدے کی کیا معنویت رہ جاتی ہے؟ یہ بات پورے طور پر درست نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ آج کے دور میں عدالتی چارہ جوئی انتہائی آسان ہوگئی ہے لیکن اس کے مصارف نہایت گراں بار اور ہوش ربا ہوتے ہیں، عموماً مظالم کا شکار سماجی اور معاشی لحاظ سے کمزور لوگ بنتے ہیں اور ان کے لیے ان مصارف کا برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔ ایسے میں اگر مختلف بستیوں اور علاقوں میں حلف الفضول جیسے معاہدے تشکیل دیے جائیں جن میں مختلف مذاہب، طبقات اور برادریوں کے سربرآوردہ لوگوں کو شریک کیا جائے تو ان سے مظالم کے خاتمے، حق تلفیوں کے ازالے، اخلاقی قدروں کے فروغ اور سماج سدھار میں بخوبی مدد

مل سکتی ہے۔

حلف الفضول کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویب و توثیق سے ایک بات یہ بھی مستنبط ہوتی ہے کہ کثیر مذاہب معاشروں میں مشترکہ امور کے سلسلہ میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ تعاون کیا جاسکتا ہے اور ایسی قدروں کے فروغ کے لیے، جن کا اسلام بھی علمبردار ہے، ان کے ساتھ مل کر کام کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کا زریں اصول تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ - ۲) ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

حواشی و مراجع

۱ھ ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت ۱۵/ ۱۴۰ مادہ 'غوی'

۲ھ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء جلد اول ص ۱۲۸، ابن حبیب بغدادی، کتاب المنمق فی اخبار قریش، تحقیق خورشید احمد فارق، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن، ۱۹۶۴ء ص ۲۱۸۔ ابن الجوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ، دار الکتب الحدیثۃ مصر ۱۹۶۶ء، جلد اول ص ۱۳۸، حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری، تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس، المطبعۃ العامرۃ العثمانیہ ۱۳۰۲ھ، جلد اول ص ۲۹۵

۳ھ بغدادی ص ۴۵

۴ھ عبد الرحمٰن السہیلی۔ الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام تحقیق وتعلیق و شرح: عبد الرحمٰن وکیل مطبع وسنہ طبع ندارد، جلد دوم ص ۷۲، ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، دار الریان للتراث مصر ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء طبع اول جلد دوم ص ۲۷۰

۵ھ بغدادی، المنمق، ص ۴۴ ۳

۶ھ بغدادی، المنمق ص ۲۱۸، علی بن الحسین المسعودی، مروج الذہب ومعادن الجواہر، المطبعۃ البہیۃ المصریہ ۱۳۴۶ھ، ص ۲۹۶ - ۲۹۷، ابن الجوزی ۱/ ۱۳۸

۷ھ بغدادی، المنمق ص ۴۵

۸ھ سہیلی ۲/ ۷۲، ابن کثیر، ۲/ ۲۷۰

۹ھ ابن قتیبہ، المعارف، تحقیق ڈاکٹر ثروت عکاشہ، مطبعۃ دار الکتب قاہرہ، ۱۹۶۰ء،

ص ۶۰۴ ، ابن الجوزی ۱/ ۱۳۵، دیار بکری ۱/ ۲۹۵
۱۰ہ شبلی نعمانی، سیرت النبی، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء، جلد اول ص ۱۸۳، ۱۸۴
۱۱ہ محمد محی الدین عبدالحمید، محقق سیرۃ النبی لابن ہشام، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء م ص ۱۴۴ (حاشیہ)
۱۲ہ بغدادی نے ابن ابی ثابت کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے اس میں حذیفہ بن قیس السہمی مذکور ہے۔ المنمق ص ۳۳۶
۱۳ہ محمد بن حبیب البغدادی، کتاب المحبّر، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء، ص ۱۶۶ - ۱۶۷۔
۱۴ہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے "غالباً اس دعوت میں احلاف کو بلایا بھی نہیں گیا تھا"۔ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، مقالہ "حلف الفضول" جلد ۸ ص ۵۱۳
۱۵ہ ابن سعد ۱/ ۱۲۸، مسعودی ۱/ ۳۹۶، ابن الجوزی ۱/ ۱۳۸، سہیلی ۲/ ۷۲، ابن کثیر ۲/ ۲۷۰ علی بن برہان الدین الحلبی، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیۃ، المطبعۃ العامرۃ مصر ۱۲۹۲ھ، جلد اول ص ۱۴۲
۱۶ہ مسعودی ص ۳۹۶ - ۳۹۷
۱۷ہ جناب زبیر بن عبدالمطلب کے بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی کا مقالہ "عم نبوی زبیر بن عبدالمطلب اور سیرت نبوی، سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ جلد ۱۵، شمارہ ۳، جولائی/ ستمبر ۱۹۹۶ء، ص ۲۷ - ۶۰
۱۸ہ بغدادی، المحبّر ۱۳۷، ۲۳۷، ۲۴۰، ابن قتیبہ ۱۷۵، ۲۶۴، ابن کثیر ۲/ ۲۰۲، حلبی ۱/ ۱۴۲
۱۹ہ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی الکفر لاینفعہ عمل۔
۲۰ہ بغدادی، المنمق ص ۲۰۳
۲۱ہ سہیلی ۲/ ۷۵
۲۲ہ محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، انتشار پریس لاہور ۱۳۷۵ھ ص ۷۷، ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت سرور عالم۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی حصہ دوم ص ۱۱۱
۲۳ہ ابن کثیر ۲/ ۲۰۲
۲۴ہ ابن ہشام ۱/ ۱۴۵

۲۵ھ محمد حمید اللہ۔ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۸/۵۱۳

۲۶ھ بغدادی، المنمق ص ۲۲۱

۲۷ھ مسند احمد، تحقیق احمد محمد شاکر، دار المعارف مصر ۱۹۵۰ء حدیث نمبر ۱۶۵۵، ۳/۱۲۱-۱۲۲
حدیث نمبر ۱۶۷۶، ۳/۱۳۶

۲۸ھ احمد محمد شاکر، حوالہ سابق

۲۹ھ ابن حجر، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ بیروت، جلد/۱۰، ص ۵۰۲

۳۰ھ ابن کثیر ۲/۲۷۰

۳۱ھ ابن کثیر ۲/۲۷۰، حلبی ۱/۱۷۴

۳۲ھ بغدادی، المنمق ص ۴۵

۳۳ھ سہیلی ۲/۷۰، ابن الجوزی ۱/۱۳۷، ابن الاثیر (م ۶۰۲ھ) النہایہ فی غریب الحدیث، المطبعۃ العثمانیہ مصر ۱۳۱۱ھ جلد ۳، ص ۲۰۵-۲۰۶، مادہ 'فضل'، ابن الاثیر (م ۶۳۰ھ) الکامل فی التاریخ، دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء طبع/۶، جلد دوم ص ۲۵-۲۶، ابن کثیر ۲/۲۷۱، ابن حجر ۴/۴۷۳، دیاربکری ۱/۲۹۵ - حلبی ۱/۱۷۶

۳۴ھ بغدادی، المنمق ص ۴۱،۳

۳۵ھ ابن کثیر ۲/۲۷۰، مزید ملاحظہ کیجئے حلبی ۱/۱۷۴

۳۶ھ سہیلی ۲/۷۱

۳۷ھ بغدادی، المنمق ص ۴۷، ۴۱،۳

۳۸ھ سہیلی ۲/۷۳، ابن کثیر ۲/۱۷۱

۳۹ھ ابن الجوزی ۱/۱۳۷، مزید دیکھئے ابن ہشام ۱/۱۴۵، ابن سعد ۱/۱۲۹، حلبی ۱/۱۷۶، دیاربکری ۱/۲۹۵، محمد حمید اللہ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۸/۵۱۴

۴۰ھ حلبی ۱/۱۷۶ ۴۱ھ ابن ہشام ۱/۱۴۵، ابن اثیر صاحب الکامل ۲/۲۶

۴۲ھ بغدادی المنمق ص ۴۵

۴۳ھ ابوالفرج اصفہانی، کتاب الاغانی تحقیق عبد الستار احمد فراج، دار الثقافۃ بیروت ۱۹۵۹ء جلد ۱۷ ص ۲۱۲

۴۴ھ ابن کثیر ۲/۲۷۱، ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے صوفۃ کا ترجمہ ایک جگہ "گھونگھا" کیا ہے (رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی دار الاشاعت کراچی ص ۶۶) اور دوسری جگہ اسفنج (اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ مقالہ حلف الفضول ۸/۵۱۴)

۴۵ھ حلبی ۱۷۴/۱ ۴۶ھ بغدادی، المنمق ص ۲۲۱ ۴۷ھ اصفہانی ۲۱۳/۱۷

۴۸ھ ابن سعد ۱۲۹/۱، بغدادی المنمق ص ۳۱۱ ، سہیلی ۷۳/۲ ، ابن کثیر ۲۷۱/۲

۴۹ھ محمد حمید اللہ، رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ص ۶۶

۵۰ھ بغدادی، المنمق ص ۴۷

۵۱ھ بغدادی، حوالہ سابق ص ۴۸، ۳۴۳

۵۲ھ نبیہ بن الحجاج سہمی غزوۂ بدر میں مشرکین کے لشکر میں تھا اور قتل کیا گیا تھا۔ اس کا شمار جاہلیت کے مشہور شعراء میں ہوتا ہے۔ اس کا مفصل تذکرہ ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں کیا ہے، ۲۰۴/۱۷-۲۰۹

۵۳ھ بغدادی، المنمق ۴۸-۴۹، اصفہانی ۲۰۷/۱۷، سہیلی ۷۳/۲، ابن کثیر ۲۷۱/۲، حلبی ۱۷۶/۱

۵۴ھ ابن ہشام ۱۴۶/۱، سہیلی ۸۱/۲، ابن اثیر صاحب الکامل ۲۶/۲-۲۷، حلبی ۱۷۶/۱-۱۷۷

۵۵ھ محمد حمید اللہ، اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۵۱۴/۸

۵۶ھ محمد حمید اللہ، رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ص ۶۶

۵۷ھ محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی ۱۹۹۶ء ص ۶۵

۵۸ھ ابن کثیر ۲۷۰/۲

۵۹ھ ابن ہشام ۴۶/۱، ابن سعد ۱۲۹/۱، بغدادی، المنمق ص ۲۲۰، ۳۱۱، ۳۴۴، ابن اثیر صاحب الکامل ۲۶/۲، ابن حجر ۷۳/۴، دیار بکری ۲۹۵/۱

۶۰ھ سہیلی ۸۲/۲، حلبی ۱۷۴/۱

۶۱ھ محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۶۶، عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۶۵ (حاشیہ)

۶۲ھ شبلی ۱۸۳/۱

۶۳ھ مودودی، ۱۱۱/۲، اسی سیاق میں مولانا مودودی نے دوسری جگہ یہ ترجمہ کیا ہے" ایسے معاہدہ میں شرکت کی اگر مجھے اسلام کے زمانے میں دعوت دی جائے تو میں اسے پسند کروں گا" (۱۱۰/۲) یہاں مولانا نے عربی متن میں لفظ" اجبت" (ا ج ب ت) کو" احببت" (ا ح ب ب ت) پڑھ کر اس کے اعتبار سے ترجمہ کر دیا ہے۔

۶۴ھ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مواخاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ، حدیث نمبر ۲۵۳۰، سنن ابی داؤد، کتاب الفرائض، باب فی الحلف ۶۵ھ مسند احمد تحقیق احمد محمد شاکر ۱۸۷/۱۱-۱۸۸، حدیث نمبر ۷۰۱۲

۶۶ھ مسند احمد ۱۷۴/۱۱، حدیث نمبر ۶۹۹۲ ۶۷ھ ابن حجر، ۵۰۲/۱۰

۶۸ھ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الاخاء والحلف، سنن ابی داؤد، کتاب الفرائض، باب فی الحلف۔